HARF-O-SUKHAN
Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

# وحید احمد کی نظم مرمت کون کرتا ہے میں یونانی اساطیر کی تکنیک

**سید بابر علی زیدی**
پی۔ایچ۔ڈی سکالر
منہاج یونیورسٹی، لاہور
**ڈاکٹر فضیلت بانو**
ایسوسی ایٹ پروفیسر
منہاج یونیورسٹی لاہو

## Abstract

*Waheed Ahmad is a well known Modern Urdu poet. His area of specialty is Urdu poem. His poetry is full of modern sensibility. He has developed his modern and new style of cloak with allusions, mythological elements and folk tales , in modern Urdu poem. He has used the ancient civilizations of the world for the intellectual structure of his poems which bring forth the collective consciousness of man. The study of Waheed Ahmed's Poems with specific mythological contexts opens many chapters of thought and art, which seem to be a beautiful addition to modern poetics.*

Key words: تلمیح اسطورہ،

اساطیر کے حوالے سے مختلف نوعیت کے تصورات پائے جاتے ہیں۔ اساطیر کے مبادیات کے تناظر میں بھی محققین کے ہاں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض محققین نے اساطیر کو خرافات تک محدود کر دیا ہے جبکہ بعض کے ہاں اساطیر کا مفہوم خاصی وسعت رکھتا ہے۔ ان کا دائرہ مادی تاریخ اور سماجی علوم کی کئی شاخوں سے سامی اور غیر سامی مذاہب تک پھیلتا ہوا نظر آتا ہے۔

جامع نسیم اللغات کے مطابق:

"اساطیر (ع۔ مع) قصے، روایات۔ اساطیر الاولین: اگلے لوگوں کے قصے کہانیاں یا قومی روایتیں۔"[۱]

> "اساطیر یا myth یونانی زبان کے لفظ Mythos سے ماخوذ ہے جس کے معنی ابتدا میں ایسی بات سے مراد لیے گئے جو زبان کہی جائے۔ بعدِ ازاں اس سے مراد کہانی لی جانے لگی۔ ایسی کہانی جس میں دیوی، دیوتاؤں کا ذکر ہو۔ یہ دیومالائی قصے اور اساطیر فقط کہانیاں ہی نہیں بلکہ کسی ملک و قوم کی تاریخ، فلسفہ، تہذیب، ادب اور جغرافیہ بھی ہیں۔ ایک طرف اساطیر کسی دور افتادہ اور گم گشتہ زمانے کی نقش بندی کرتی ہیں تو دوسری طرف ازمنہ قدیم کے انسانی عقائد، ذہنی میلانات، عرفان و

> ایقان، فکر و آگہی، کردار، رہن سہن، رسم و رواج، معاشی و معاشرتی حالت، رزم و بزم، محبت، رقابت، نیز طرزِ حکومت کی بھی بنیاد ہیں۔"۲

اردو انسائیکلوپیڈیا کے مطابق اساطیر میں مذہبی اور تمثیلی عناصر بیک وقت موجود ہوتے ہیں یعنی اسطور نگار تجسیم کے ذریعے سے فطرت کی توضیح کرتا ہے۔۳

آرزو چوہدری کے بقول:

> "اسطورہ (جمع اساطیر): عام معنوں میں فوق الفطرت اور دیوتاؤں کی کہانیاں۔ یہ ابطال کی کہانیوں سے (جن میں انسانی کارنامے ہوتے ہیں) اور پریوں کی کہانیوں سے (جو تفریح یا تعلیم کی غرض سے ایجاد ہوئیں) سے مختلف ہوت ہیں۔ اساطیر اور بعض مذہب کے قصوں میں نسبتاً قریبی تعلق ہے۔ اساطیر میں مذہبی اور تمثیلی مقاصد بیک وقت موجود ہوتے ہیں۔"۴

جدید نظم نے اپنی روشِ فکر اور فنی برتاؤ میں خود کو کلاسیکی اردو نظم سے مختلف تو کیا لیکن اس کا انفراد دورِ جدید کے ہر شاعر کے ہاں نظر نہیں آتا۔ جدید اردو نظم کی پختہ آوازوں نے جو روش قائم کی بعد کے بہت سے نظم گو شعرا یا تو مکمل طور پر اسی کے ہو کر رہ گئے یا پھر اس سے شعوری اختلاف رکھنے کی وجہ سے اپنا فطری اور بے ساختہ اسلوبِ نگارش قائم نہ کر سکے۔ تصدق حسین خالدؔ، ن، م راشدؔ، میرآجی اور مجید امجد کے بعد نظم میں جدیدیت کے کئی در وا ہوئے اور شعریت کے نئے مباحث نے نظم لیا۔ ان شعرا کے اسلوب کا تتبع تو ہر خاص و عام کے لیے ممکن نہ تھا البتہ اردو کے اکثر جدید شعرا نے ان کے کلام سے بہت سے اشتراکی عناصر پر ضرور اکتفا کیا جو نئی شاعری کی شناخت کے طور پر سامنے آ رہے تھے۔

میرآجی کا فنی و فکری انفراد ان نئی نظم کی علیحدہ گلیسکی کی صورت میں سامنے آیا جس نے انسانی نفسیات کے نہاں خانوں میں جھانکنے کی جرات کی اور اپنی دریافت شدہ مخصوص لفیات اور طرزِ تحریر کو معنی آفرینی کا بڑا وسیلہ بنایا۔ ایسی ہی کیفیت راشد کے ہاں دیکھنے کو ملتی ہے۔ راشد نے نظم کی ہیئت اور اس کی ساخت کو خارجی اور داخلی دونوں طرح سے تبدیل کرنے کے تجربات کیے۔ ان کی نظموں میں موضوعاتی تنوع عمودی موضوعات کی ناقابلِ گرفت سطحوں تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ مجید امجد کی غزل اور نظم دونوں جدید حسیت سے مالا مال ہیں اور اپنے پیش رووں اور معاصرین سے منفرد بھی نظر آتی ہے۔ جیلانی کامران اور انیس ناگی اس سلسلے کی اہم کڑی ہیں۔

وحید آحمد نے نظم کے تشکیلی عناصر میں ندرت پیدا کی ہے۔ وہ الفاظ و تراکیب کے روایتی استعمال کی بجائے ان کے مفاہیم اور ان میں مجزن تہذیبی شعور کو بروئے کار لا کر نظم کو جمالیات آفرین اور معنی آفرین بناتے ہیں۔ ان کا انداز نہ تو اسطورہ کو بطور سہارا استعمال کرنے کا ہے کہ اس کی مدد سے بات بیان کر دی جائے یا تلمیحاتی عناصر کی مدد سے مضمون کی بندش کو آسان بنا دیا جائے، جیسا کہ اکثر شعرا کے ہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کی نظموں میں اسطورہ بندی شعریت کے دائرہ عمل میں شامل ہو کر اپنے تاثر اور معنی، دونوں کے امتزاج سے نظم کے اظہاریے کو پختہ کرتی ہے۔

جدید و قدیم شعر کے ہاں اسطورہ بندی کی ایسی صورتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں جن میں تلمیح یا متھ کی کوئی صورت شعر میں بوجھل پن کا باعث بنتی ہے۔ دراصل متھ کا حوالہ شعر میں در آنا اسطورہ بندی کی عمدہ صورت نہیں ہوتا بلکہ متھ سے جڑے ہوئے احساس کا شعر میں جنم لینا اساطیر سے اکتساب کی عمدہ مثال تصور کیا جاتا ہے۔ اگر اسطورہ فکر و خیال کا حصہ نہ بنے اور محض کسی واقعے کی طرف اشارہ کر جائے تو ایسی مدھم صورت میں یہ شعر کے حسن کو مجروح کرتا ہے اور کئی مقامات پر اشکال کا سبب بھی بنتا ہے۔ شاعر کی قدرتِ بیان پر منحصر ہے کہ وہ کس شفافیت کے ساتھ اساطیری عناصر کو اپنے کلام میں جگہ دیتا ہے اور ان کی کن صورتوں کو برقرار رکھتا ہے۔

تقدیس زہرا رقمطراز ہیں:

> "اساطیر Mythology: دیومالا، قدیم افسانوی قصوں اور دیوی دیوتاؤں سے متعلق آثار کو اساطیر، دیومالا، یا علم الاصنام کہتے ہیں۔ اس ضمن میں یونانی، مصری اور ہندی دیومالا کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ۵"

وحید احمد کی پابند اور آزاد نظمیں اپنے مخصوص انداز اور منفرد لفظیات کے باعث نادر مزاج کی حامل ہیں۔ ان کے ڈکشن میں ہندی الفاظ کا شاندار برتاؤ دیکھنے کو ملتا ہے۔ وہ اپنی تخلیقی توانائی سے کئی زبانوں کے الفاظ میں نامیاتی تعلق پیدا کرتے ہیں اور ان کے پس منظر میں معلق کلچر کے نمائندہ عناصر کو شاملِ شعر کر لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ داستانوی ماحول کی تشکیل کرتے۔ داستانوی عناصر ماضی کی یادگاروں اور موجودات کے پرانے حلیوں سے اساطیر کی آمد کے لیے ماحول سازگار کرتے ہیں۔

منوڑا پر معلق نور مینارا عمل میں تھا

ذرا ہی دور اک ویران مندر کا بدن تھا

اور اس کے سر پہ کالی کی ہتھیلی تھی

صلیبیں تن پہ چپکائے ہوئے گرجا کھڑا تھا

اور اس کے گرد مریمؑ کا ہیولا تھا

مزار، اتنی اگربتیوں میں بھیگا تھا

کہ خوشبو ساحلی پانی کے اوپر تیرتی تھی

مچھیرے مچھلیاں تھے۔ ٦

نظم کے آغاز میں سامی مذاہب کے تلمیحاتی عناصر پیش منظر تخلیق کرتے ہیں۔ یہ جادوئی منظر نگاری ایک اساطیری کردار کی آمد کے لیے بہترین ماحول فراہم کرتی ہے۔ چوب کی صدیوں پرانی کشتی سے سقراط کا کردار نمودار ہوتا ہے۔ اس کے بعد سقراط کے تعارف کے لیے نظم مکالماتی روپ اختیار کرتی ہے۔ اس مقام پر ماضی اور حال کے تضاد کو بروئے کار لا کر سقراط کے کردار کا ہیولیٰ تیار کیا گیا ہے۔

نظم میں احساس کی ایک پرت تحت الشعور میں بیٹھی ہے جو اس کی معنوی تفہیم کے ساتھ اپنا رنگ دکھاتی ہے۔ اساطیر کا تخلیقی رچاؤ نظم کی علامتوں اور استعاروں کی بدولت سامنے آتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر نظم کی علامتوں نے ایک خاکہ سازی کی ہے۔ جو پیش منظر میں کالی کی ہتھیلی اور میریم کے ہیولے سے شروع ہو کر یونان کی دیومالا تک پھیلا ہوا۔ اسی مربوط خاکے سے نظم کا تاثر پختہ تر ہوتا جاتا ہے اور مکالمہ زمان و مکان کے ایک خاص دائرے میں آگے بڑھتا ہے جو کئی ادوار کی باقیات اور کئی زمانوں کے امکانات کو بیچ میں لا کر بھی بھٹکتا نہیں ہے۔

تو ایک سوفطائی وردی دار نے سختی سے پوچھا

کون ہے؟

"سقراط"

پورا نام کیا ہے؟

"نام ہے یا چاند؟ آدھا کبھی پورا

کہو، کیا نام آدھا بھی ہوا کرتا ہے؟"

ہاں

سقراط آدھا نام ہے

سقراط علی، سقراط احمد، چودھری، سقراط چیمہ،

اپنا پورا نام لکھواؤ، یہ قانونی ضرورت ہے ۷۔

"انھوں نے اس کے علاوہ اپنی شاعری میں سقراط اور سدھارت جیسے بڑے بڑے فلسفیوں کی سوچ اور زاویہ فکر کو بھی جگہ دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی سوچ فلسفیانہ تعقل پسندی کی حامل ہے۔ کوئی بھی فن کار بڑا تب ہی بن سکتا ہے جب وہ اپنے فن کے ابلاغ کا ہنر جانتا ہو"۔۸

"تمہارا نام کیا ہے؟"

تم کو اس سے کیا؟

"مجھے ہے۔۔"

ٹھیک ہے صفدر علی ہے نام میرا

"اور آدھا نام؟"

صفدر

"خوب علی کے بعد بھی تم نام کو آدھا سمجھتے ہو

یہ کس انداز کی ذہنی سہولت ہے

علی خارج ہوا تو صفدری کتنی رہی باقی

کبھی سوچا بھی ہے تو نے

سو میں سقراط ہوں۔۔۔ تنہا

نہ میرا سابقہ کوئی

نہ میرا لاحقہ کوئی۔ ۹

نظم میں ایک منظم کہانی بھی چلتی نظر آتی ہے جو استعاراتی نظام کی ہر پرت پر علیحدہ معنوی حیثیت سے ابھرتی ہے۔ پہلی پرت پر کہانی روایت کے تمام دلچسپ عناصر سے مالا مال ہے۔ اس کا ایک باقاعدہ آغاز ہے اور کہانی ضمنی کرداروں کی مدد سے آگے بڑھتی ہے پھر اپنے climax کی طرف بڑھتی ہے۔ معمولی ضمنی کرداروں کے بعد فلسفے کے پروفیسر کا ایک مضبوط مخالف کردار ابھرتا ہے جس سے منطق کے بعد مکالمہ کہانی کو Anti climax کی طرف موڑ دیتا ہے۔ اس کے بعد کہانی کا ایک باقاعدہ اختتامیہ تشکیل پاتا ہے اور مرکزی کردار سروں پر چلتا ہوا دور چلا جاتا ہے۔

عابد کے مطابق:

> "اساطیری کرداروں کے ذریعے ہم سمجھتے ہیں کہ کہانی مستند انداز(Authentic Way) میں آگے بڑھ رہی ہے"۔
> مثلاً الفتِ ذات کے حوالے سے اگر ہم نارسس کی اسطورہ کی شمولیت کے بغیر یا حوالے کے بغیر کہانی لکھیں تو ممکن ہے کہ وہ
> پُر اثر ہو لیکن جو استناد نارسس کا حوالہ کہانی کو دے سکتا ہے وہ اس کے بغیر لکھی گئی کہانی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔" ۱۰

دوسری سطح پر نظم کا تاثر تجریدی نظام کی بدولت معنی کی تشکیلِ جدید کا کام کرتا ہے۔ اس میں پوٹلی، کشتی، سقراط کی نگاہیں اور سپاہی کی چھڑی جیسی علامتیں بنیادی ڈھانچہ ترتیب دیتی ہیں۔ نظم اتنے پیچیدہ استعارے تخلیق کرتی ہے جن میں طرفگیِ خیال کی بدولت دقیق فلسفیانہ مضامین کا باندھا ممکن ہو پاتا ہے۔

پروفیسر مری اس پوٹلی میں وقت کے ٹکڑے ہیں

لمحوں کا برادہ ہے

کئی صبحوں کی قلمیں ہیں

کئی شاموں کا چورا ہے

تجی کی پرانی دھجیاں ہیں

جو ہوا اس میں بھرا ہے

اور جو ہونا ہے اس میں ہے ۱۱

عمرو عیار کی زنبیل نے قصوں اور کہانیوں میں جو علامتی حیثیت اختیار کی ہے وہ قصہ کی گوئی کئی جہات کا احاطہ کرتی ہے اور جادوئی حقیقت نگاری کو منطقی جواز بھی فراہم کرتی ہے۔ اس نظم میں سقراط کے کاندھوں پر دھری پوٹلی کئی زمانوں پر محیط دانش اور تفکر کے سفر کی علامت بن جاتی ہے۔ نظم کا مرکزی کردار جب اس کی وضاحت کرتا ہے تو اس کو آسمانی صحیفوں اور کئی حکمت آفرین فلسفوں سے منسوب کرتا ہے۔ یہ ایک غیر مرئی قوت کی صورت میں ظہور پاتی ہے اور داستانوی انداز رنگ و آہنگ کی بدولت نظم کی جمالیات میں اضافہ کرتے ہوئے اس کے مرکزی تاثر کو قوی کر دیتی ہے۔

پروفیسر میری اس پوٹلی میں عہد نامہ ہے

پرانا عہد نامہ بھی جو کوہِ طور پر اترا

نیا بھی

جس کے حرف و صوت کو انجیل کہتے ہیں

مری اس پوٹلی کو اہلِ دل زنبیل کہتے ہیں

کہ اس میں وید کے اشلوک ہیں

زرتشت کا بن باس ہے

بُدھا کا پنجر ہے

تمہاری دھڑکنوں میں گونجتا ایمان ہے

قرآن ہے۔ ۱۲

وحید احمد نے نامیاتی طور پر یونانی اساطیر کو اپنی نظم کے خمیر میں شامل کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ الفاظ کی شکل و صورت، ان کی صوتیات اور معانی کے علاوہ ان کی بندش کے کیمیائی حربوں سے بھی واقف ہیں۔ ان کی نظموں میں اساطیری عناصر فطری انجذاب کی بدولت نظم کے خیال کا حصہ بنتے ہیں اور فنی جمالیات کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس مقام پر اساطیر نظم کی قدر و قیمت میں اضافے کا باعث بنتی ہیں۔ وحید احمد کا تخلیقی برتاؤ انھیں اپنے طے شدہ معنی و مفہوم سے آگے بڑھنے پر مجبور کرتا ہے اور وہ اپنے تہذیبی پس منظر کو ساتھ لیے نت نئے پیش منظر کے مدِ مقابل نظر آتی ہیں۔

## حوالہ جات

۱۔ قائم رضا نسیم امروہوی، مولوی، سید۔ لغاتِ کشوری (اردو)، کراچی: دارالاشاعت، س ن، ص ۲۲

۲۔ "اردو جامع انسائیکلوپیڈیا" جلد اول، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۷، ص ۹۵

۳۔ ایضاً

۴۔ آرزو چوہدری، ڈاکٹر، عالمی داستان، عظیم اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۱۶

۵۔ تقدیس زہرا، ڈاکٹر، بیسویں صدی کی اردو شاعری میں اساطیری عناصر، ص ۱۳

۶۔ وحید احمد، ہم آگ چراتے ہیں، لاہور، دستاویز، ۲۰۰۲، ص ۲۹

۷۔ وحید احمد، ہم آگ چراتے ہیں، لاہور، دستاویز، ۲۰۰۲، ص ۳۲

۸۔ رحمٰن، مدیحہ (2023)، ڈاکٹر وحید احمد: حیات و خدمات، راولپنڈی، فیصل آباد پبلشر، ص ۶۵

۹۔ وحید احمد، ہم آگ چراتے ہیں، لاہور، دستاویز، ۲۰۰۲، ص ۳۳

۱۰۔ قاضی عابد، ڈاکٹر، اردو افسانہ اور اساطیر۔ تال میل کی چند صورتیں، مشمولہ، ریسرچ جرنل آف اردو، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان، (دسمبر)، ۲۰۰۸، ص ۱۷

۹۔ وحید احمد، ہم آگ چراتے ہیں، لاہور، دستاویز، ۲۰۰۲، ص ۳۸

۱۱۔ وحید احمد، ہم آگ چراتے ہیں، لاہور، دستاویز، ۲۰۰۲، ص ۴۰